سورۃ فاتحہ کے حقائق و معارف

(فرمودہ ۱۹۔ جولائی ۱۹۲۹ء بمقام سرینگر۔ کشمیر)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

سورۃ فاتحہ گو ایک نہایت ہی مختصر سورۃ ہے جو صرف سات آیتوں پر مشتمل ہے اور بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس میں عام مطالب بیان کئے گئے ہیں اور خاص مضامین کو نظر انداز کر دیا گیا ہے لیکن جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے سمجھ عطا فرمائی ہے، جنہیں معارف کے پہچاننے کی طاقت بخشی ہے اور جنہیں باریکیوں کو دیکھنے کی نظر دی ہے وہ جانتے ہیں کہ ان سادہ اور سات آیتوں میں عام و خاص سب مضامین درج کر دیئے گئے ہیں اسی واسطے قرآن کریم کو سورۃ فاتحہ کے مقابلہ میں قرآنِ عظیم قرار دیا ہے۔ اس طرح سورۃ فاتحہ قرآن صغیر ٹھہری اور قرآن کے سارے مطالب کی حامل ہوئی۔ جیسے انسان عموماً پانچ، ساڑھے پانچ، چھ فٹ لمبا ہوتا ہے مگر جب کیمرے کے ذریعہ تصویر لی جاتی ہے تو چھوٹی سی تصویر میں سب کچھ آ جاتا ہے حتیٰ کہ مسامات تک تصویر میں آ جاتے ہیں مگر یہ آتشی شیشہ کے اور بغیر غور سے دیکھنے کے نظر نہیں آتے۔ اسی طرح جن لوگوں کو خدا تعالیٰ نے باریک حقائق و معارف دیکھنے کی طاقت دی ہے وہ سورۃ فاتحہ میں تمام قرآن کے معارف دیکھ سکتے ہیں۔

ایسا کیوں کیا گیا ہے؟ اس لئے کہ سارے قرآن کو انسان جلدی نہیں پڑھ سکتا جلد سے جلد ایک دن میں ختم کیا جا سکتا ہے لیکن اس طرح مطالب کی طرف توجہ نہیں کی جا سکتی اسی لئے احادیث میں ایک دن میں قرآن کریم ختم کرنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ کم از کم تین دن میں یا

سات دن میں پڑھنا پسندیدہ ہے[1] پس گو ایک شخص ایک ہی دن میں سارے قرآن کو ختم کر سکتا تھا مگر اس سے منع فرما کر یہ کر دیا ہے کہ سورۃ فاتحہ میں قرآن کریم کے سب مضامین اجمالاً بیان کر دیئے تا کہ جو شخص قرآن کو پڑھ کر اس کے مضامین سے آگاہی حاصل کرنا چاہے وہ سورۃ فاتحہ کو پڑھ کر مجملاً اس کے مضامین سے واقف ہو جائے اور اس طرح اس کی خواہش پوری ہو جائے۔

بچپن کا ایک خواب مجھے اب تک یاد ہے۔ اس میں مَیں نے ایک ٹن کی آواز سنی جیسے کٹورے پر کوئی چیز مارنے سے آواز نکلتی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے بھی وحی کی آواز کو صرف جرس (گھنٹی کی آواز) کے ساتھ تشبیہہ دی ہے یعنی جب وحی ہونے لگتی تو پہلے گھنٹی کی آواز معلوم دیتی پھر اس میں سے کلام پیدا ہونا شروع ہو جاتا۔ میں نے دیکھا وہ ٹن کی آواز پھیلنے لگی حتیٰ کہ مجسّم ہو کر ایک میدان بن گیا تب اس میں ایک چیز نظر آنے لگی پھر آہستہ آہستہ اس کے اعضاء کان، آنکھ وغیرہ بن گئے اور وہ تصویر سی ہو گئی۔ پھر میں نے سمجھا یہ فرشتہ ہے اور اس میں حرکت پیدا ہو گئی۔ اس نے مجھے مخاطب کر کے کہا کیا میں تمہیں سورۃ فاتحہ کی تفسیر سکھاؤں؟ میں نے کہا سورۃ فاتحہ کی تفسیریں تو بہت لکھی گئی ہیں۔ اس نے جواب میں کہا جس قدر مفسّروں نے تفسیریں لکھی ہیں وہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ[2] تک رہے ہیں آگے نہیں بڑھے۔ اگرچہ مفسّرین نے اگلے حصے کی بھی تفسیریں لکھی ہیں بلکہ سارے قرآن کی تفسیریں لکھی ہیں مگر اُس وقت میں بھی یہی سمجھتا ہوں کہ واقعی مفسرین نے اس آیت سے آگے تفسیریں نہیں لکھیں تب اس فرشتہ نے مجھے سورۃ فاتحہ کی کئی تفسیریں سکھائیں۔ صبح ہونے تک ان میں سے صرف ایک تفسیر مجھے یاد رہی مگر وہ بھی بعد میں بھول گئی۔ یہ خواب میں نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کو سنایا تو آپ نے پیار سے فرمایا میاں! فرشتہ کی بتائی ہوئی ایک تفسیر تو یاد رکھتے۔ اس کے بعد جب کبھی میں نے سورۃ فاتحہ کی تفسیر کی نئے سے نئے مضامین سُوجھے۔ خواب میں جو یہ دکھایا گیا تھا کہ پہلے مفسرین صرف اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ تک پہنچے ہیں آگے نہیں اس پر جب میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ اگلے حصے کی تفسیر بیان کرنا خدا ہی کا فعل ہے کیونکہ انعام، غضب، ضلالت کی حقیقی کیفیات خدا تعالیٰ ہی بیان کر سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ ان مقامات پر پہنچے ہوئے سالک کا درجہ دوسرے کو معلوم نہیں ہوتا۔ سید عبدالقادر صاحب جیلانیؒ فرماتے ہیں کوئی وقت ایسا بھی آتا ہے کہ سالک کے تعلقات خدا تعالیٰ سے ایسے ہوتے ہیں کہ استاد نہیں جانتا شاگرد کا کیا مرتبہ ہے اور شاگرد نہیں

جانتا استاد کا کیا مرتبہ ہے۔

بچپن میں ہی مَیں امرتسر گیا۔ وہاں خالصہ کالج کے طلباء سے جو بہت مضبوط تھے اور ہمیشہ کھیل میں جیتتے تھے ہمارے سکول کے لڑکے کھیلنے گئے اس میچ کی تقریب پر مَیں گیا۔ جب مقابلہ ہوا تو ہمارے اسکول کے لڑکے جیت گئے۔ وہ ہماری جماعت کے ابتدائی ایام تھے اور ان دنوں احمدیوں کے خلاف خوب کُفر کے فتوے لگائے جاتے تھے۔ مگر اس میچ میں ہمارے لڑکوں کی جیت پر مسلمان کفر کے فتوے بھول گئے اور اس خوشی میں ہمیں ٹی پارٹی دی اور اس موقع پر مجھ سے درخواست کی کہ کچھ بیان کروں۔ میں نے سورۃ فاتحہ پڑھی مگر کوئی بات ذہن میں نہ تھی اس لئے پسینہ پسینہ ہوگیا۔ میں نے خیال کیا اپنے ساتھیوں کو میں اپنی رؤیا کئی بار سنا چکا ہوں آج اگر میں نے انہیں نئی تفسیر نہ سنائی تو یہ کیا کہیں گے۔ اُس وقت اللہ تعالیٰ نے مجھے جو تفسیر سجھائی وہ تیرہ سَو سال میں کسی کو نہیں سُوجھی۔ گو شریعتِ اسلامیہ اب دنیا کے قیام تک بدل نہیں سکتی کسی نبی اور ولی کی طاقت نہیں کہ قرآن کریم کی ایک زیر کی جگہ زبر کر دے تاہم قرآن کریم چونکہ ہر زمانے کے لئے ہے اس لئے اس کے حقائق و معارف ہمیشہ خدا تعالیٰ کے بندوں پر کُھلتے رہیں گے اور جب تک دنیا قائم ہے یہ سلسلہ ختم نہیں ہوگا۔

وہ تفسیر جو مجھے اُس وقت سجھائی گئی اور جسے میں نے اُس وقت بیان کیا یہ تھی کہ سورۃ فاتحہ میں غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ [۳] کی دعا سکھائی گئی ہے یعنی یہ کہ ہم یہودی یا عیسائی نہ بن جائیں اِس دعا کا مقصد و مدعا کیا ہے۔ سورۃ فاتحہ دو دفعہ نازل ہوئی ہے۔ پہلی دفعہ مکہ میں اور دوسری دفعہ مدینہ میں۔ مکہ میں مشرکین رہتے تھے ابوجہل، عتبہ، شیبہ وغیرہ اور انہی سے مقابلہ ہوا۔ یہود و نصاریٰ نہ مکہ میں تھے اور نہ ان سے مقابلہ ہوا۔ مدینہ میں جا کر یہود سے مقابلہ رہا۔ نصاریٰ سے صرف دو سال قبل وفات آنحضرت ﷺ مقابلہ ہوا۔ ایسی صورت میں کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ وہ سورۃ جو مکہ میں نازل ہوئی اس میں یہ دعا تو سکھلائی کہ ہم یہودی یا نصاریٰ نہ بن جائیں جن کا وہاں نام و نشان بھی نہ پایا جاتا تھا اور یہ دعا نہ سکھلائی کہ ہم مشرک نہ ہو جائیں۔ وہ لوگ جو ہر وقت مسلمانوں کے سامنے شرک کے گند میں متلطخ رہتے تھے ہر وقت ان کے درپے آزار رہتے، طرح طرح کے مظالم اُن پر ڈھاتے، دکھ پر دکھ پہنچاتے قیاس تو چاہتا ہے اُس وقت یہ دعا سکھائی جاتی کہ ہم مشرک نہ ہو جائیں مگر جو دعا سکھائی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ ہم یہود یا نصاریٰ نہ ہو جائیں۔

اس میں خدا تعالیٰ کی کیا حکمت تھی؟ اللہ تعالیٰ نے اس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ابتدائی ایام میں اپنے رسول کی معرفت پیشگوئی فرمادی تھی کہ مشرکوں کے بُت خانے بالکل مٹ جائیں گے اوران کا نام ونشان باقی نہ رہے گا۔ یہ بات اُس وقت ظاہر فرمائی جب کہ مشرکوں کا بہت زور تھا ان کے بُت خانے بُتوں سے بھرے پڑے تھے اور بظاہر کوئی صورت نہ تھی جس سے سمجھا جائے کہ یہ دنیا سے مٹ جائیں گے مگر خدا تعالیٰ نے اپنے رسول کی معرفت یہ مُنادی کرادی۔ یہی وجہ تھی کہ سورۃ فاتحہ میں مشرک نہ بننے کی دعا سکھلائی گئی کیونکہ شرک کا وجود تو خطۂ عرب سے مٹ جانا تھا۔ ہاں یہ دعا سکھلائی کہ ہم یہود و نصاریٰ نہ ہو جائیں کیونکہ ان قوموں نے دنیا میں ترقی کرنی تھی اور بُہتوں نے ان کی وجہ سے گمراہی میں پڑنا تھا۔ یہود کو ہلاک کرنے کیلئے کوششیں بھی کی گئیں مگر یہ قوم پھر بھی موجود ہے اور اتنی مالدار ہے کہ تمام حکومتیں اس کی مقروض رہتی ہیں' انگریز بھی اس کے مقروض ہیں۔ روس بھی اس کا مقروض ہے اور باوجود اس کے تمام اس کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ جب کبھی اس کا ذکر آئے گا تو حقارت کا اظہار کیا جائے گا اور جب اس کی وجہ پوچھی جائے تو کہیں گے یہودیوں نے ہمارے ملک کو مقروض بنا رکھا ہے اور نصاریٰ کی ترقی تو سب پر ظاہر ہی ہے۔

غرض یہ سورۃ فاتحہ بظاہر مختصر سورۃ ہے مگر اس میں مسلمانوں پر اتمامِ حجت کر دی گئی ہے اور کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں اس کے مضامین سے ناواقف رہا کیونکہ نماز ہر مسلمان پر فرض ہے اور نماز میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا ضروری قرار دیا گیا ہے بلکہ نہ پڑھنے والے کے متعلق آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ اس کی نماز پورے طور پر نہیں ہوتی اور اس کا یاد کرنا ایسا آسان ہے کہ ایک معمولی سے معمولی سمجھ کا انسان بھی آسانی سے اسے حفظ کر سکتا ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بظاہر سورۃ فاتحہ میں خاص مضامین معلوم نہیں ہوتے مگر مخفی طور پر یہ سورۃ قرآن کریم کے سب مضامین پر مشتمل ہے بلکہ میرا تو یہ مذہب ہے کہ اس چھوٹی سی سورۃ میں سب مذاہبِ باطلہ کا ردّ موجود ہے۔ چار صفاتِ الٰہیہ کا جو اس میں ذکر ہے انہیں سے غیر مذاہب کی تردید ہوتی ہے اور صرف یہی نہیں بلکہ تمام سلوک کے رستوں کا ذکر اس میں کیا گیا ہے اور یہ بھی کہ پہلا درجہ کونسا ہے اور دوسرا کونسا۔ ایک اور تعلیم جو اس میں مذکور ہے وہ یہ ہے کہ صرف نام رکھ لینے سے کچھ نہیں بنتا جب تک کہ عمل بھی ساتھ نہ ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم بھی یہی

کہتی تھی کہ ہم موسیٰ علیہ السلام کے متبع ہیں اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم بھی اپنے آپ کو ان کی طرف منسوب کرتی تھی مگر صرف نام ہی نام تھا عمل نہیں تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک تو مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ میں داخل ہوئی اور دوسری ضَالِّين میں۔ مسلمانوں کی بھی آج کل یہی حالت ہے کہ وہ صرف نام کے مسلمان ہیں عمل کچھ نہیں ہے۔ احمدیت میں داخل ہونے والوں کو معلوم ہونا چاہئے صرف احمدی کہلانا ہی کافی نہیں جب تک عمل ساتھ نہ ہو۔ صرف نام رکھ لینے کی ایسی ہی مثال ہے کہ نام کو تو ایک شخص عبدالرحمٰن کہلاتا ہے مگر عملی حالت میں نہایت گندہ ہے اور ساری عمر بدکرداریوں میں گذار دیتا ہے یہ شخص حقیقت میں عبدالرحمٰن نہیں بلکہ اگر اسے عَبْدُ الشَّيْطَان کہا جائے تو بجا ہوگا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل ضلع شاہ پور کی ایک عورت کا واقعہ بیان فرمایا کرتے تھے کہ اس نے اپنے لڑکے کا نام خان بہادر رکھا اور کسی کے دریافت کرنے پر کہا ہمارے رشتہ دار اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے خان بہادر کا خطاب پاتے ہیں میں غریب عورت تھی اتنی تعلیم دلوانے کی مجھ میں طاقت نہ تھی اس لئے میں نے اپنے لڑکے کا نام خان بہادر رکھ دیا۔ اگر دوسرے خطاب یافتہ ہو کر خان بہادر کہلائیں گے تو اس کا نام ہی خان بہادر ہوگا لوگ اسے بھی خان بہادر کہہ کر پکاریں گے۔

پس جب تک انسان کے اندر قوتِ عملیہ پیدا نہ ہو اُس وقت تک صرف مسلمان کہلانے سے فائدہ نہیں ہوسکتا۔ بعض لوگ کہہ دیتے ہیں آنحضرت ﷺ ہماری شفاعت کریں گے مگر وہ یہ نہیں سمجھتے کہ اگر ایسے ہی بے عمل لوگوں کی شفاعت ہوگی تو کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ملک اور اپنے رشتہ داروں کے دشمن ہیں کہ ابوجہل، عتبہ، شیبہ وغیرہ کی شفاعت نہ کریں گے۔ اگر لفظی طور پر کہنا کافی ہو تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم کے لوگ قسم کھا کر آپؐ کو کہتے تھے کہ تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے مگر اللہ تعالیٰ انہیں منافق قرار دیتا ہے اور منافقین کے متعلق فرماتا ہے۔ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ[4] کہ منافق آگ کے نچلے طبقے میں ڈالے جائیں گے جو عذاب کے لحاظ سے بہت سخت ہوگا۔ تو لفظی طور پر کہنے سے تو وہ بھی مستحقِ شفاعت بنتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہ رحیم و کریم انسان تھے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ[5] اس صورت میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابوطالب، ابوجہل وغیرہ سب کی شفاعت کریں گے مسلمان کہلانے والوں کیلئے ہی آپ کی شفاعت خاص نہ ہوگی۔

اصل بات یہ ہے کہ شفاعت تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کریں گے مگر انہی لوگوں کی جو اس کے مستحق ہونگے نہ کہ بے عمل لوگوں کی جو ساری عمر شفاعت کے بھروسے پر گند میں آلودہ رہتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے آنحضرت ﷺ سے کہا آپ تو جنت میں اپنے عملوں کی وجہ سے جائیں گے۔ آپؐ نے فرمایا نہیں مَیں بھی خدا کے فضل سے ہی جنت میں جاؤں گا۔[6] اور یہ سچی بات ہے کیونکہ اگر ہم نماز پڑھتے ہیں تو خدا کی دی ہوئی طاقتوں سے' اگر ہم صدقہ و خیرات کرتے ہیں تو خدا کے دیئے ہوئے مال سے۔ غرض ہمارا جو کچھ ہے وہ خدا کا دیا ہوا ہے پھر ہمارے عملوں کی کیا حقیقت ہے جو کچھ ہے خدا ہی کا ہے۔ اگر بندہ باوجود اس کے خدا پر احسان جتائے کہ میں نے یہ عمل کیا وہ کیا تو اس کا احسان ایسا ہی ہوگا جیسے اس مہمان کا احسان میزبان پر تھا جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ ایک شخص کے پاس جا کر مہمان ٹھہرا۔ میزبان نے ہر طرح سے اس کی تواضع کی اچھے اچھے کھانے کھلائے اور ہر قسم کے آرام کے سامان مہیا کئے۔ جب مہمان صاحب رخصت ہونے لگے تو میزبان معذرت کرنے لگا کہ میں آپ کی اچھی طرح خدمت نہیں کر سکا اس لئے مجھے معاف فرمایئے۔ اس پر مہمان صاحب بولے یہ تمہاری معذرت معذرت نہیں بلکہ تم مجھ پر اپنا احسان جتاتے ہو مگر تمہارا مجھ پر کوئی احسان نہیں۔ میں نے تم پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ میزبان بہت شریف آدمی تھا اس نے کہا بھائی میں تو پہلے ہی بوجہ اچھی طرح خدمت بجا نہ لا سکنے کے شرمندہ ہوں اگر آپ مجھے اس احسان سے آگاہ فرمائیں گے تو میں اور بھی آپ کا ممنون ہوں گا۔ اس پر مہمان نے کہا کیا یہ کم احسان ہے کہ تمہارے اس کمرے میں جس میں مجھے ٹھہرایا گیا تھا ہزاروں روپیہ کا سامان پڑا ہے جب تم میرے لئے کوئی چیز لانے کیلئے اندر چلے جاتے تھے اس وقت اگر میں سامان کو آگ لگا کر چلا جاتا تو تم میرا کیا بگاڑ سکتے تھے۔

غرض کہ انسان ہر قسم کی قربانی کر کے بھی خدا تعالیٰ پر کوئی احسان نہیں جتا سکتا۔ جان سے بڑھ کر تو کوئی چیز نہیں لیکن اگر یہ بھی خدا تعالیٰ کے رستہ میں قربان کر دی جائے تو بھی خدا تعالیٰ کا حق ادا نہیں ہو سکتا کسی نے کیا ہی سچ کہا ہے:

جان دی' دی ہوئی اُسی کی تھی حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اصل بات یہ ہے اللہ تعالیٰ ہی کا احسان ہوتا ہے کہ انسان اس کی راہ میں کچھ کر سکتا ہے ورنہ انسان کی تو یہ حالت ہے کہ جو کچھ اسے کرنا چاہیئے وہ بھی نہیں کرتا۔ مسلمانوں کو دیکھو وہ مسلمان بننے کیلئے کرتے کراتے تو کچھ نہیں مگر مسلمان کے مسلمان ہیں۔ مسلمانی میں مجال ہے وہ ذرّہ فرق

آ جائے۔ اس صورت میں اگر کوئی احسان جتائے تو اس سے بڑھ کے بے وقوفی کیا ہوگی۔ اگر ہم جو کچھ کر سکتے ہیں وہ سب کچھ کریں تب بھی احسان جتانے کے قابل نہیں پھر نہ کرنے کی صورت میں کس طرح احسان جتا سکتے ہیں۔

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ میں مسلمانوں کو یہ دعا سکھائی گئی ہے کہ کہو۔ اے خدا! ہمیں صرف نام کے مسلمان نہ بنا بلکہ کام کے مسلمان بنا جن پر تیرے انعام واکرام ہوتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات پر میں نے عہد کیا تھا۔ یا اللہ! اگر ساری دنیا بھی تیرے مسیح موعود سے منہ موڑ لے تو بھی میں نہ منہ موڑوں گا اور ضرور مسیح موعود کی لائی ہوئی تعلیم کی اشاعت کروں گا۔ جب ہم ایک انسان سے ایسا اقرار کر سکتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیوں ایسا اقرار نہیں کر سکتے۔ کہ یا اللہ! اگر تمام دنیا بھی تجھے چھوڑ دے مگر ہم تجھے کبھی نہ چھوڑیں گے۔

الغرض نام کے مسلمان ہونا کچھ مفید نہیں۔ کوئی زمانہ تھا یہود اور نصاریٰ بوجہ تعلق باللہ معزز تھے، خدا کے پیارے سمجھے جاتے تھے، نبی بھی فخر کیا کرتے تھے مگر آج وہی الفاظ گالی بنے ہوئے ہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ کام کے نہیں صرف نام کے رہ گئے ہیں۔

پس اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ میں یہ سکھایا گیا ہے کہ اے خدا! ہمیں کام کے مسلمان بنا ہم نام کے مسلمان نہ ہوں کیونکہ نام کی کچھ حقیقت نہیں اصل چیز کام ہے۔ اے اللہ! تُو طالبینِ ہدایت میں کام کرنے کی قوت پیدا کر دے۔ وہ بندوں سے محبت کریں اور بنی نوع کی ہمدردی ان کے دلوں میں راسخ ہو جائے۔ آمین۔ (الفضل ۳۔ اگست ۱۹۲۹ء)

ا کتاب التجدید الصریح لاحادیث الجامع الصحیح للحسین ابن المبارک الزبیدی جلد ۲ صفحہ ۱۱۸ مطبوعہ مصر ۱۳۲۳ھ

۲ الفاتحۃ: ۶ ۳ الفاتحۃ: ۷ ۴ النساء: ۱۴۶

۵ الشعراء: ۵

۶ بخاری کتاب الرقاق باب القصد والمداومۃ علی العمل